باب (2)

جبری الحاق

اور

مسلح جدوجہد کا آغاز

(لیکچر...... 4 ستمبر 2018ء)

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

واجب الاحترام بزرگوں، ماؤں، بہنوں، تحریکی ساتھیوں Millennials بچے بچیوں!

السلام علیکم

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ یکم ستمبر 2018ء کو میں نے بلوچستان کی تاریخ اور اہم واقعات پر کچھ اظہار خیال کیا تھا۔ آج اس سلسلے کی دوسری قسط ہے۔ میں خصوصاً مخاطب ہوں اپنے بلوچ بزرگوں سے...... محترم ماؤں سے...... پیاری پیاری بہنوں سے...... خاص طور پر بچیوں سے...... بچوں سے Millennials سے...... طلباء طالبات سے خواہ وہ اسکول کے ہوں...... کالج کے ہوں...... یا یونیورسٹی کے ہوں...... تمام اوورسیز میں رہنے والے بلوچ عوام سے...... اور ایک ایک حق پرست سے جو مظلوموں کا ساتھی ہے، ان سے مخاطب ہوکر میں اپنا سلام پیش کرتا ہوں۔

شما بلوچ قوما...... را الطاف حسین نے طرفا...... وَش آتکے ...... مولا سلامت کاں

(میری بلوچ قوم، الطاف حسین کی طرف سے خوش آمدید...... مولا سلامت رکھے)

مہاجرکسی سے نفرت نہیں کرتے

میں لڑکے لڑکیوں سے خاص طور پر طالب علموں سے کہوں گا کہ وہ اس بات پر سنجیدگی سے غور کریں کہ دنیا میں ہر استحصالی قوت نے اپنا جبر کا نظام قائم رکھنے کے لئے عوام کو آپس میں تقسیم کیا ہے، انہیں آپس میں لڑایا ہے۔ پاکستان کی فوج نے...... ISI نے بھی بلوچوں، مہاجروں اور دیگر مظلوم قوموں کو کبھی اکٹھے ہونے نہیں دیا۔ یہ انگریزوں کے نوکر تھے، انہوں نے انہی سے ساری چال بازیاں سیکھیں۔ وہ چال بازیاں کرتے رہے، جب پاکستان بن گیا تو انہی چالبازیوں سے انہوں نے قائداعظم کو قتل کیا...... لیاقت علی خان کو قتل کیا...... محترمہ فاطمہ جناح کو قتل کیا...... اور آج تک پاکستان میں صوبہ پنجاب کے علاوہ تمام صوبوں میں معصوم عوام کا جس میں مائیں، بہنیں بیٹیاں، معصوم بچے بچیاں بھی شامل ہیں، فوج ان کے قتل عام میں شریک رہی ہے اور آج بھی شریک ہے۔

ہر قوم میں اچھے اور برے لوگ ہوتے ہیں، مہاجروں میں بھی برے لوگ ہیں، اچھے بھی ہیں...... اسی طرح بلوچ قوم میں بھی اچھے اور برے لوگ ہیں۔ مہاجروں اور بلوچوں میں پاکستان کی 75 سالہ تاریخ میں کبھی جھگڑا نہیں ہوا۔ آپ نے سنا ہوگا کہ لیاری کے کچھ منشیات فروشوں اور گینگ وار کے کچھ جرائم پیشہ عناصر کو آئی ایس آئی اور فوج نے خریدا۔ اسی طرح پٹھانوں سے...... اسی طرح پنجابیوں سے...... جب مہاجر ایک قوت بن کے سامنے آئے تو آئی ایس آئی نے اپنے خریدے ہوئے لوگوں کو مہاجروں سے لڑوایا تاکہ ساری قومیں مہاجروں سے متنفر ہوجائیں ۔ حالانکہ مہاجر اگر دیگر قوموں سے نفرت

کرتے، مہاجروں کو اگر کسی قوم سے لڑائی کرنی ہوتی تو مہاجر یہاں وطن بنانے سے انکا رکردیتے۔مہاجرکسی سے نفرت نہیں کرتے ......ہم سب بھائی ہیں۔

ہاں یہ کہہ لیجئے کہ الطاف حسین مہاجر قوم میں ایک ایسا فرد پیدا ہوا ہے جس کو آج تک پاکستان کی آرمی خرید نہیں سکی ۔فوج نے تمام سازشیں کر کے دیکھ لیں لیکن اللہ نے اسٹیبلشمنٹ کی تمام سازشوں کو ناکام کیا اور انشاء اللہ آئندہ بھی ان سازشوں کو ناکام کرے گا۔ میں آج بلوچ بھائیوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ میں آپ کا دشمن نہیں ہوں، اگر اس راہ حق میں میری جان چلی جائے اور مجھے شہادت کی موت نصیب ہوتو یہ میرے لئے بڑ ے فخر کی بات ہوگی، میں غلام شہری کی حیثیت سے مرنا نہیں چاہتا۔اپنے ہی وطن میں بے وطن سے پھریں......بس آگے میں نہیں کہہ سکتا ...... خدا کرے ......بس باقی آپ پورا کرلیجئے۔

پاکستان پرکس کا راج

میرے بلوچ بھائیو! please try to understand me آرمی نے کس کس طرح سازشوں کے ذریعے سب کو آپس میں لڑادیا اور خودمزے کر رہے ہیں۔ اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو میرے بلوچ بھائیوں، بہنوں، بیٹیوں، بیٹوں! آپ کے رشتہ دار والدین دور دراز کے رشتہ دار امریکہ، برطانیہ، ہالینڈ، جرمنی یا کسی بھی ملک میں رہتے ہوں،آپ ان سے کہئے کہ وہ اپنے اپنے ملک میں موجود پاکستانی قونصلیٹ آفس یا سفارت خانے یا ہائی کمیشن یا ڈپٹی ہائی کمیشن آفس میں چلے جائیں، وہاں آپ کو صرف اور

صرف پنجابی بولنے والے یا پنجاب کے لوگ ملیں گے۔ وہاں آپ کو کوئی بلوچ، مہاجر، سندھی، پختون، سرائیکی، گلگتی یا کسی اور قوم کا کوئی فرد نظر نہیں آئے گا۔ پھر نعرے لگواتے ہیں کہ ہمیں پیار ہے پاکستان سے......آپ برطانیہ میں پاکستان ہائی کمیشن میں جائیں تو وہاں پنجابیوں کا راج ہے...... اگر بلوچ، سندھی، پختون، مہاجر گلگتی، سرائیکی یہ کہیں کہ ہمیں پیار ہے پاکستان سے......ہمیں بھی نوکری دو برابر کا پاکستانی سمجھو......لیکن انہیں محروم رکھا جائے مگر 6 ستمبر کو'' ہمیں پاکستان سے پیار ہے'' کے زبردستی نعرے لگوائیں اور دعوے کریں تو کیا یہ درست ہوگا؟

میرے بلوچ بھائیوں، ماؤں، بہنوں، بیٹے، بیٹیوں! بلوچی میری مادری زبان نہیں ہے لیکن مجھے اچھی لگتی ہے۔ بلوچی نغمے خاص طور پر بلوچی حریت پسندی کے جو ترانے ہیں، چاہے سمجھ میں نہ آئیں مگر سن کر مجھے بہت جوش آتا ہے......میں بہت دعائیں کرتا ہوں ان کی کامیابی کے لئے کہ اللہ تعالیٰ بلوچوں کو کامیابی دے......اور کامیابی ملے گی انشاءاللہ۔

میں نے بلوچستان کے بارے میں جو گزشتہ لیکچر دیا تھا اس کا بڑا اچھا فیڈ بیک آیا ہے بلوچ عوام کی طرف سے...... دانشوروں کی طرف سے...... اساتذہ کی طرف سے بھی ......طلباء و طالبات کی طرف سے بھی......انہوں نے بہت شکریہ بھی ادا کیا ہے اور بعض جگہوں پر میری اصلاح بھی فرمائی ہے۔ اصل تاریخ کو تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ بعض اوقات تاریخوں کا اندراج بھی غلط ہو جاتا ہے کیونکہ تاریخوں کا اندارج بھی مختلف مؤرخ اپنی اپنی معلومات کے حساب سے کرتے ہیں۔ انہوں نے مجھے بہت سی چیزیں بتائی بھی ہیں میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی وہ اسی طرح میری رہنمائی کرتے رہیں گے۔

بلوچستان ......الگ تہذیب ، الگ داستان

میں آپ کو جو تاریخ بتا رہا ہوں آپ جانتے ہیں لیکن دراصل یونیورسٹیز ، کالجز اوراسکولوں کے طلبہ وطالبات ، Millennials بارہ سال سے پچیس سال کے عمر کے افراد کو بلوچستان کے بارے میں یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ بلوچستان نہ ہندوستان کا حصہ تھا اور نہ پاکستان کا ، قیام پاکستان کے بعد بھی یہ آزاد ریاست تھی اور بلوچ عوام کی اپنی ہزاروں سال پرانی ایک الگ ہی تہذیب وداستان ہے۔

Balochistan was not a part of Pakistan,

Balochistan was occupied by thearmed forces of Pakistan. It is occupied by Paksitani millitary establishment.

بلوچستان کی تاریخ ......گزشتہ سے پیوستہ

آیئے معزز بلوچ ماؤں بہنوں ، بزرگوں ہم اعادہ کر لیتے ہیں کہ پچھلے لیکچر میں ہم نے کیا کہا تھا ۔ کیا کیا پڑھا تھا تاکہ recall ہوجائے ، revise ہوجائے ۔ گزشتہ لیکچر میں ہم نے بلوچستان کا رقبہ بتایا تھا اور یہ بتایا تھا کہ محل وقوع کے اعتبار سے بلوچستان کے مشرق ، مغرب ، شمال اور جنوب میں کونسے علاقے واقع ہیں ۔ اگر رقبہ کے لحاظ سے بلوچستان کو دیکھا جائے تو وہ بقیہ پاکستان کے برابر ہی لگتا ہے ۔ یعنی وہ رقبہ کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ ہے مگر سب سے غریب صوبہ ہے......

بلوچستان دراصل مقبوضہ علاقہ ہے کیونکہ بلوچستان کو تو آرمی نے بندوق کی نوک پر چھینا تھا۔
1875ء میں سلطنت برطانیہ اور بلوچ قبائل کے درمیان معاہدہ ہوا تھا اور معاہدے میں یہ طے پایا تھا کہ مکران، خاران، لسبیلہ، قلات کو برطانوی حکومت کا مکمل تحفظ ہوگا اور یہ مکمل آزاد ریاستیں ہونگی۔ بلوچستان ہندوستان کا صوبہ نہیں ہوگا بلکہ بلوچستان کی حیثیت ایک جداگانہ اور آزاد ریاست کی ہوگی۔ قیام پاکستان سے قبل سلطنت برطانیہ کے ایک نمائندے کے خان آف قلات میر یار محمد خان اور قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ کئی مشترکہ اجلاس ہوئے۔ ان مذاکرات کے نتیجے میں 4 اگست 1947ء کو وائسرائے آفس دہلی سے ایک اعلامیہ جاری کیا گیا جس میں کہا گیا تھا کہ حکومت پاکستان قلات کو ایک آزاد و خود مختار ریاست کی حیثیت سے تسلیم کرتی ہے۔ یہ اعلامیہ نیویارک ٹائمز میں 12 اگست 1947ء کو شائع ہوا تھا۔ 15 اگست 1947ء کو خان آف قلات میر یار محمد خان نے ایک عوامی تقریر میں بلوچستان کی آزادی کا اعلان کیا جس کے بعد وہاں عام انتخابات کرائے گئے، قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی (KSNP) انتخابات میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی اور نوابزادہ ایم اسلم کو ریاست قلات کا وزیراعظم بنایا گیا۔ ریاست قلات کی پارلیمنٹ برطانوی طرز پر دو ایوان پر مشتمل تھی۔ ایک ہاؤس آف کامن یعنی دارالعوام اور دوسری ہاؤس آف لارڈز یعنی دارالامراء۔ ایک آزاد اور خود مختار ریاست کی حیثیت سے اس وقت پاکستان کے وفاقی دارالحکومت کراچی میں ریاست قلات کا باقاعدہ سفارت خانہ قائم تھا جہاں آزاد ریاست قلات کا پرچم لہراتا تھا۔ اس وقت کی فوجی اسٹیبلشمنٹ نے ریاست قلات کے معاملے پر قائداعظم محمد علی جناح پر دباؤ ڈالنا شروع کیا اور یہ دباؤ اتنا زیادہ بڑھ گیا تھا کہ اکتوبر 1947ء میں قائداعظم بھی

سلطنت برطانیہ کے نمائندے کی موجودگی میں ریاست قلات سے کئے گئے معاہدے سے پیچھے ہٹ گئے۔کیا آپ یقین کریں گے۔لیکن تاریخ یہی ہے۔تاریخ میں اچھی باتیں بھی ہونگی اور بری باتیں بھی ہونگی۔آپ کو تاریخ کو تاریخ سمجھ کے پڑھنا ہے۔تاریخ صرف واہ واہ کرنے کے لئے نہیں ہوتی ......تاریخ شاعری نہیں ہوتی ......تاریخ تاریخ ہوتی ہے ،اس میں تلخ حقائق بھی آتے ہیں جو بڑے کڑوے ہوتے ہیں۔قائداعظم محمد علی جناح جنہوں نے قیام پاکستان کے فوری بعد فوجیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ فوج کا سیاست سے کوئی لینا دینا نہیں ہے وہ بھی اس وقت کی فوجی اسٹیبلشمنٹ کے دباؤ میں آگئے کیونکہ فوجی جرنیلوں نے قائداعظم کی تقریر پر عمل کرنے کے بجائے فوجی میس میں جا کر یہی کہا کہ بڈھا پاگل ہوگیا ہے۔موقع ملا تو میں اس کی بھی تاریخ بتادوں گا

ریاستی ایجنسیوں کی دھمکیاں اور قتل

قائداعظم فوج کو ملک کے انتظامی اموراورسیاست سے الگ رکھنا چاہتے تھے اسی لئے انہیں ایک سازش کے تحت قتل کیا گیا اور میں آج تک اس بات پر قائم ہوں۔جیسے ممتاز قانون داں اور انسانی حقوق کیلئے کام کرنے والی مشہور خاتون عاصمہ جہانگیر کو سازش کے تحت قتل کیا گیا۔ان کے انتقال کی خبر ایسی میڈیا سے غائب ہوئی ...... ہیومن رائٹس آرگنائزیشن سے غائب ہوئیں ...... انسانی حقوق کی انجمنوں سے غائب ہوئیں ...... ایسا لگتا ہے عاصمہ جہانگیر انسانی حقوق کے لئے جدوجہد کرنے والی کوئی عظیم خاتون نہیں تھیں بلکہ کوئی عام سی خاتون خانہ تھیں ۔عاصمہ جہانگیر صاحبہ پورے ملک میں

وہ واحد خاتون تھیں جنہوں نے انسانی حقوق کے لئے مار بھی کھائی ، جیلیں بھی کاٹیں ، ڈنڈے بھی کھائے ، سر بھی پھٹوائے لیکن کبھی ہار نہیں مانی اور آخری سانس تک وہ انسانی حقوق اور حقیقی جمہوریت کیلئے جدوجہد کرتی رہیں ۔ان کا پراسرار انداز میں اچانک انتقال ہوا۔ میں نے کہا کہ ان کی لاش کا فارنزک ٹیسٹ کراؤ لیکن حکومت نے نہیں کرایا۔ ان کے گھر والوں پر بھی دباؤ ڈال کر کہا گیا ہوگا کہ دیکھو روزانہ حادثے ہوتے ہیں، کیا چاہ رہے ہو؟ یہ قتل کی اس طرح کھلی کھلی دھمکیاں دیتے ہیں اور قتل کر بھی دیتے ہیں ۔آئی ایس آئی ، ایم آئی نے اسی طرح ایم کیوایم کے 73 سالہ بزرگ رہنما ڈاکٹر پروفیسر حسن ظفر عارف کو دھمکیاں دینے کے بعد گرفتار کر کے قتل کر دیا۔کیا اس طرح یہ پاکستان قائم رہے گا ؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ کفر کی حکومت تو چل سکتی ہے ظلم کی حکومت نہیں چل سکتی ۔ایسے نظام پر لعنت ...... ایسے نظام پر لعنت ......

بلوچ بھائیو! پروفیسر ڈاکٹر حسن ظفر عارف شہید نے ہزاروں بلوچ طلبہ وطالبات کو بھی فلسفہ پڑھایا ہے...... راؤ انوار نے جس دن نقیب اللہ محسود کو قتل کیا اسی دن رینجرز ، آئی ایس آئی ، ایم آئی نے پروفیسر حسن ظفر عارف کو بھی قتل کیا تھا۔ میں جب تک زندہ ہوں میں تو کسی شہید کے قاتل کو نہ بھولا ہوں نہ بھولوں گا اور ساتھیوں سے کہتا ہوں میں انسان ہوں ۔قرآن مجید کی آیت ہے کہ ’’ کل نفسٍ ذائقۃ الموت ‘‘ (ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے) ، یہ آیت اس لئے پڑھی ہے کہ اگر میں اس دنیا میں نہیں رہا تو اگر تم مجھے قائد مانتے ہو تو میں تمہیں نصیحت کر رہا ہوں کہ تم ڈاکٹر پروفیسر حسن ظفر عارف اور ایک ایک شہید کا قانون کے مطابق حساب لینا چاہے دنیا کچھ بھی کہے۔

قلات کا الحاق نہیں جبری قبضہ

آیئے ہم واپس اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ میں آپ کو بتا رہا تھا کہ خان آف قلات میر یار محمد قائد اعظم سے ملاقات کے لئے دارالحکومت کراچی آئے تاکہ ریاست قلات اور پاکستان کے درمیان طے شدہ معاہدہ پر عمل درآمد کے سلسلے میں بات کریں لیکن ان دوروں میں دونوں ریاست کے مابین معاہدے پر بات چیت کرنے کے بجائے خان آف قلات سے کہا گیا کہ وہ پاکستان کے ساتھ الحاق کرلیں۔ جیسے آئی ایس آئی کہتی ہے فلاں پارٹی سے آپ الحاق کریں، یا الگ سے فون کر کے بولتے ہیں کہ کریم ...... زید...... بکر...... تم تحریک انصاف میں شامل ہو جاؤ۔ میں ایسے نظام پر لعنت بھیجتا ہوں جہاں فوج دھمکیاں دے کر...... بے گناہ لوگوں کو قتل کر کے...... کسی پارٹی کی حمایت کرے ...... ایسے نظام پر لعنت۔

تو ہم بات کر رہے تھے کہ قائد اعظم سے ملاقاتوں میں خان آف قلات پر دباؤ بڑھایا گیا کہ آپ پاکستان میں شامل ہو جائیں۔ خان آف قلات چونکہ بلوچستان کے کوئی مطلق العنان حکمراں نہیں تھے بلکہ قلات کے آئین کے تحت وہ اپنی پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر پاکستان کے ساتھ الحاق نہیں کر سکتے تھے لہٰذا انہوں نے الحاق سے انکار کر دیا اور کہا کہ پہلے ہم ریاست قلات کی پارلیمنٹ سے یعنی دارالعوام اور دارالامراء سے بات کریں گے پھر جواب دیں گے۔ چنانچہ خان آف قلات نے رائے لینے کیلئے 12 دسمبر 1947ء کو ریاست قلات کی پارلیمنٹ کے ایوان زیریں یعنی دارالعوام کا اجلاس بلایا۔

14 دسمبر 1947ء کو دارالعوام نے پاکستان سے الحاق کی تجویز کو متفقہ طور پر مسترد کر دیا ۔اس کے بعد خان آف قلات نے 4 جنوری 1948ء کو دارالامراء کا اجلاس طلب کیا اور وہاں بھی پاکستان سے الحاق کے بارے میں رائے طلب کی لیکن دارالعمرا نے بھی الحاق پاکستان کی تجویز مسترد کر دی ۔اس کے بعد پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ یعنی فوج کی جانب سے مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعے دباؤ بڑھایا جانے لگا۔ یہ دباؤ اتنا بڑھا کہ ریاست قلات کے علاقوں خاران ،مکران ،لسبیلہ کے لوگ فوج کے دباؤ میں آ گئے اور پاکستان کے ساتھ جبری الحاق کے لئے راضی ہو گئے ۔خان آف قلات اکیلئے رہ گئے جس کے بعد ان پر بھی پاکستان کی جانب سے مزید دباؤ بڑھا دیا گیا لیکن خان آف قلات نے پاکستان کے ساتھ الحاق نہ کرنے اور اپنی آزاد ریاست برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا۔

9 مارچ 1948ء کو قائداعظم نے خان آف قلات کو اپنے خط میں کہا کہ وہ اب ریاست قلات سے ذاتی طور پر مذاکرات نہیں کر سکتے لہٰذا اب یہ معاملہ حکومت پاکستان دیکھے گی ۔یعنی اب یہ معاملہ صرف اور صرف فوج دیکھے گی ، میں نہیں دیکھ سکتا فوج کا حکم ہے ،حکم سرکار کا یعنی حکم ہے فوج کا۔ اگر کوئی گورنر جنرل یہ کہے کہ حکم ہے سرکار کا تو پھر اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں کہ اسی وقت سے ہی ملک کے سیاسی وانتظامی امور میں فوج کا عمل دخل شروع ہو گیا تھا۔فوجی اسٹیبلشمنٹ نے قائداعظم کو خان آف قلات سے براہ راست مذاکرات سے روک دیا اور ریاست قلات کے امور کو ڈیل کرنے کیلئے ایک فوجی افسر کرنل ایس بی شاہ کو مقرر کر دیا۔ملکی امور میں فوج کا عمل دخل کوئی آج کی بات نہیں بلکہ پاکستان بننے کے بعد 1948ء میں ہی آئی ایس آئی قائم کر دی گئی تھی ۔اسٹیبلشمنٹ نے قائداعظم کو ریاست قلات سے بات کرنے سے منع کر دیا اور 26 مارچ 1948ء کو

پاکستان کی فوج کو بلوچستان کے ساحلی علاقوں پسنی، دیوالی اور تربت بھیج دیا۔ اگلے روز 27 مارچ 1948ء کو فوج نے ریاست قلات پر باقاعدہ حملہ کر دیا، فوج نے خان آف قلات کے محل پر گولہ باری کی جس سے ان کے کئی سپاہی شہید ہو گئے۔ فوج نے خان آف قلات سردار احمد یار خان کو گرفتار کر لیا اور ان سے گن پوائنٹ پر دستخط لے کر ریڈیو پاکستان سے یہ جھوٹا اعلان کرا دیا کہ خان آف قلات اپنی ریاست کو پاکستان میں شامل کرنے پر راضی ہو گئے ہیں۔

تاریخی حقائق سے ثابت ہے کہ بلوچستان ایک آزاد اور خودمختار ریاست تھی اور آزاد ریاست کی حیثیت سے رہنا چاہتی تھی لیکن پاکستان کی فوج نے اسے آزاد حیثیت میں رہنے نہیں دیا بلکہ طاقت کے زور پر پاکستان میں شامل کیا، یہ الحاق نہیں بلکہ جبری قبضہ تھا۔ بلوچستان، پاکستان میں شامل نہیں ہوا تھا بلکہ اسے بدمعاشی سے لیا گیا تھا...... غنڈہ گردی سے لیا گیا تھا...... بندوق کی نوک پر لیا گیا تھا...... اسی لئے اسی وقت سے غیرتمند بلوچ عوام نے بلوچستان کی آزادی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ ایک طرف فوجی طاقت کے ذریعے بلوچستان پر قبضہ کیا جاتا ہے، غیرتمند بلوچ اس قبضہ کو چھڑانے کے لئے ہتھیار اٹھاتے ہیں تو پھر کہا جاتا ہے کہ ناراض لوگ پہاڑوں پر کیوں چڑھ گئے ہیں۔ کیا وہ لوگ آپ کے آگے سجدہ کریں؟ آپ کو بلوچستان پر سے قبضہ ختم کرنا ہوگا، بلوچستان کو آزاد کرنا ہوگا۔ بلوچ غیرت مند قوم ہے، وہ جانیں دینا جانتی ہے، 1948ء سے جانیں دیتی چلی آ رہی ہے، آزاد بلوچستان کے لئے اب تک بے شمار بلوچ اپنی جانیں قربان کر چکے ہیں، انشاءاللہ وہ ایک دن ضرور کامیاب ہونگے۔ آمین ثمہ آمین۔

جبری الحاق کے خلاف بغاوت کا آغاز

پاکستان کے ساتھ بلوچستان کے جبری الحاق کے بعد بلوچ عوام میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی، عوام کے جذبات بھڑک اٹھے اور قلات میں احتجاجی مظاہرے شروع ہو گئے۔ حکومت نے ان مظاہروں کو دبانے کے لئے وہاں فوج کو بھیج دیا اور 5 اپریل 1948ء کو فوج نے قلات کی انتظامیہ کا کنٹرول سنبھال لیا۔

پرنس عبدالکریم کی قیادت میں پہلی مسلح جدوجہد

مئی 1948ء میں خان آف قلات سردار یار محمد خان کے بھائیوں پرنس آغا کریم خان اور پرنس محمد رحیم نے بلوچستان کے جبری الحاق کے خلاف بغاوت کر دی اور بلوچستان کی آزاد حیثیت بحال کرنے کیلئے مسلح جدوجہد شروع کر دی۔ بلوچستان کی آزادی کے لئے شروع کی جانے والی یہ پہلی مسلح جدوجہد 1950 تک جاری رہی۔ آزادی کے لئے اپنی مسلح جدوجہد کے سلسلے میں پرنس کریم بلوچ افغانستان چلے گئے اور انہوں نے افغانستان کے علاقے قندھار میں اپنا مرکز قائم کیا۔ جہاں سے انہوں نے مختلف بلوچ قبائل کے سرداروں، دیگر بلوچ رہنماؤں اور اکابرین سے رابطے شروع کر دیے اور انہیں اس جدوجہد میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ ان کی کوششوں سے کئی بلوچ رہنما، دانشور، اکابرین اور حریت پسند بلوچستان کے جبری الحاق کے خاتمہ اور بلوچستان کی آزادی کے

لئے ان کے ساتھ شامل ہوگئے ۔ اگرچہ پرنس کریم کے ساتھ بہت بڑی تعداد میں بلوچ شامل نہیں تھے لیکن کم تعداد کے باوجود انہوں نے اپنی عملی جدوجہد کومنظم کرنا شروع کردیا تھااور عملی جدوجہد کا آغاز کردیا تھا۔ ان کے مطالبات کی وجہ سے بلوچستان کے عام حلقوں میں بھی انکی سپورٹ بڑھ رہی تھی اور بہت سے اکابرین بلوچستان میں رہتے ہوئے ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ پرنس عبدالکریم خان نے اپنی جدوجہد کی حمایت کے سلسلے میں افغانستان، روس، ایران اوردیگر ممالک سے رابطے بھی شروع کردیے تھے تاہم اس سلسلے میں انہیں خاطرخواہ کامیابی حاصل نہ ہوسکی ۔ دوسری جانب پاکستان کی جانب سے پرنس عبدالکریم کی اس جدوجہدکودبانے اورناکام بنانے کے لئے ہرطرح کی کوششیں کی جارہی تھیں اورفوجی طاقت کے ذریعے پرنس عبدالکریم اوران کے لوگوں کے لئے رسد کے راستے بند کرنے کی کارروائیاں کیں۔ پرنس کریم کی قیادت میں جاری اس جدوجہدکو کچلنے کیلئے حکومت پاکستان نے فوج کے ساتویں رجمنٹ کے انچارج میجر جنرل اکبر خان کی سربراہی میں فوج کو چڑھائی کا حکم دیدیا۔دوسری جانب حکومت نے دباؤ ڈال کر خان آف قلات کے ذریعے بھی پرنس عبدالکریم سے رابطے کرنا شروع کردیے۔بعض بلوچ اکابرین کوبھی پرنس عبدالکریم کے پاس بھیجا گیااوران پر دباؤ ڈالا جانے لگا کہ وہ وطن واپس آئیں اور اپنے مطالبات کے لئے پرامن طریقے سے مذاکرات کریں۔ پرنس کریم نے تمام تر دباؤ کے باوجود اپنی جدوجہد جاری رکھی ۔اس دوران نجانے کیا حالات سامنے آئے اورانہیں نجانے کیا یقین دہانیاں کرائی گئیں کہ پرنس کریم 8 جولائی 1948ء کو اپنے 142 ساتھیوں کے ہمراہ افغانستان سے قلات پہنچ گئے۔ لیکن جب وہ قلات پہنچے تو توفوج نے پرنس کریم اوران کے

ساتھیوں کو گرفتار کرلیا اور انہیں کوئٹہ اور مچھ جیل منتقل کر دیا گیا۔ پرنس کریم اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری کے بعد حکومت پاکستان نے ایڈیشنل مجسٹریٹ کوئٹہ خان صاحب عبداللہ خان کو پرنس کریم خان کے خلاف انکوائری کا حکم دیا۔انکوائری کے بعد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کوئٹہ آر کے سرکار نے بلوچستان کے بلوچ اور پشتون قبائلی عمائدین پر مشتمل 8 رکنی خصوصی جرگہ تشکیل دیا تا کہ وہ پرنس کریم خان کی جانب سے کی جانے والی بغاوت، مسلح جدوجہد کے اسباب اور حالات وواقعات کا تجزیہ کرے اور اپنی سفارشات پیش کرے۔ 10 نومبر 1948ء کو جرگہ نے پرنس کریم کے مؤقف کو تفصیل سے سنا اور 17 نومبر 1948ء کو اپنی سفارشات ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کوئٹہ آر کے سرکار کو پیش کیں کہ پرنس کریم کو جیل سے لورالائی منتقل کر دیا جائے اور ان پر کچھ جرمانہ عائد کر دیا جائے لیکن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے جرگہ کی سفارشات کو مسترد کرتے ہوئے 27 نومبر 1948ء کو پرنس کریم خان کو 10 سال قید بامشقت اور پانچ ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنادی۔ اسی طرح پرنس کریم کی پارٹی کے دیگر افراد کو بھی قید بامشقت اور جرمانے کی مختلف سزائیں دی گئیں۔ پرنس کریم نے قید سے رہائی کے بعد بھی بلوچستان کے جبری الحاق کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ پرنس کریم خان کو بلوچستان کی آزادی کے لئے پہلی مسلح جدوجہد کرنے کے حوالے سے یاد رکھا جاتا ہے اور ان کی جدوجہد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

1950ء کے بعد بھی بلوچ حریت پسندوں کی جانب سے مسلح جدوجہد کا سلسلہ 1958-59ء ...... 1962-63ء...... 1973-77ء کے مختلف ادوار میں جاری رہا ۔بلوچوں کی جو حالیہ تحریک 2005ء میں شروع ہوئی ہے وہ اسی کا تسلسل ہے، حریت پسند

بلوچ کامریڈ زمید ان میں ہیں۔ اب یہ جدوجہد آخری فتح تک جاری رہے گی۔ غیرتمند بلوچوں نے یہ تہیہ کررکھا ہے کہ بلوچستان سے یہ قبضہ ختم کرایا جائے گا۔ بلوچستان کو چین کے ہاتھوں فروخت کرنے نہیں دیا جائے گا۔

بلوچستان کی آزادی کے لئے اکابرین کا کردار

بلوچستان کے جبری الحاق کے خاتمہ اور بلوچستان کی آزادی وخودمختاری کے لئے مختلف ادوار میں جو مسلح جدوجہد کی گئی اس میں کئی اہم رہنماؤں اور اکابرین نے نہایت اہم کردارادا کیااور بلوچستان کی آزادی کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دیں۔ ان اکابرین نے بلوچستان کی آزادی کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ کر، پہاڑوں پر چڑھ کر مسلح جدوجہد بھی کی، پھانسی کی سزائیں دیکھیں، اپنے مادروطن کی آزادی کے لئے پھانسی کے پھندوں کو چوم کر اپنی جان قربان کی، سیاسی میدان میں بھی بلوچستان کی آزادی اوراس کے حقوق کے لئے پرامن جدوجہد بھی کی اوراس جدوجہد کی پاداش میں غداری کے مقدمات اورالزامات کا سامنا بھی کیااور قیدوبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ یہاں ہم چنداکابرین کا تذکرہ کررہے ہیں اوران کی جدوجہد کے حوالے سے مختصرروداد پیش کررہے ہیں۔

نواب نوروزخان کی قیادت میں دوسری مسلح جدوجہد

بلوچستان کے جبری الحاق کے خلاف خان آف قلات کے بھائی پرنس عبدالکریم کی قیادت

میں کی جانے والی مسلح بغاوت کی ناکامی کے بعد بھی بلوچ عوام میں اپنی مادر وطن کی آزادی کا جذبہ پروان چڑھتا رہا۔ 50ء کی دہائی میں نواب روز خان زرکزئی کی قیادت میں بلوچستان کی آزادی کے لئے ایک بار پھر مسلح بغاوت شروع ہوگئی۔ جھلاوان کی پہاڑیوں سے اٹھنے والی اس بغاوت کو بلوچ قوم ''دوسری مسلح جدوجہد'' کے نام سے یاد کرتی ہے۔

نواب نوروز خان 1875ء میں خضدار کے علاقے زہری میں پیدا ہوئے۔ 8 اکتوبر 1958ء کو جنرل ایوب خان نے پاکستان میں پہلا مارشل لاء نافذ کیا۔ مارشل لاء نافذ ہوتے ہی 11 اکتوبر 1958ء کو پاکستان کی فوج نے ریاست قلات میں ایک بار پھر فوجی آپریشن شروع کر دیا۔ فوج نے خان آف قلات نواب احمد یار خان کے محل پر حملہ کیا جس میں ان کے تین محافظ شہید اور بہت سارے ساتھی زخمی ہوگئے۔ فوج نے خان آف قلات کو گرفتار کر کے لاہور میں قید کر دیا جبکہ ان کے گھر کی خواتین اور دیگر اہل خانہ کو قلات بدر کر کے پنجاب بھیج دیا گیا۔ فوج نے خان آف قلات کے گھر پر قبضہ کر کے لوٹ مار کی۔ اس فوجی ایکشن کے خلاف بلوچ قوم میں شدید غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی جس نے مسلح بغاوت کی شکل اختیار کر لی۔ جنرل ایوب خان کی فوجی حکومت کی جانب سے کی جانے والی اس فوج کشی کی سربراہی جنرل ٹکا خان کر رہا تھا جبکہ دوسری جانب نواب نوروز خان زرکزئی اس فوجی جارحیت کے خلاف بلوچ سرمچاروں کی مسلح مزاحمت کی قیادت کر رہے تھے، وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہاڑوں پر چلے گئے تھے۔ یہ جنرل ٹکا خان وہی سفاک جنرل ہے جسن نے 1971ء میں سابقہ مشرقی پاکستان میں اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کرنے والے بنگالیوں کو کچلنے کے لئے ان کے خلاف فوجی آپریشن کی قیادت کی تھی۔

جنرل ایوب خان کے نام نواب نوروز خان کا تاریخی خط

جب جنرل ایوب خان نے بلوچستان پر فوج کشی شروع کی اور نواب نوروز خان نے اس فوج کشی کے خلاف مسلح مزاحمت شروع کی تو اس مزاحمت کے آغاز میں بابو نوروز خان نے جنرل ایوب خان کے نام ایک کھلا خط تحریر کیا جو بیرونی قبضہ کے خلاف بلوچ قوم کی مسلح مزاحمت کی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہاں ہم قارئین کی آگاہی کے لئے نواب نوروز خان کے اس خط کو پیش کر رہے ہیں۔

’’جنرل محمد ایوب خان!

آپ کو شائد معلوم نہیں کہ بلوچوں کی تاریخ کتنی پرانی اور کتنی مستند ہے۔ ہمارے وطن بلوچستان کی سرحدیں اور ہماری قوم آپ سے الگ ہے، آپ نے ایرانی گجروں کی طرح بلوچوں سے جنگ چھیڑی ہے، ہم نے آپ کا ملک نہیں چھینا اور نہ آپ کا مال و دولت لوٹا ہے، ہماری آپ سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے، اور نہ ہی ہم نے ایسی کوئی بات کی ہے، آپ کا لشکر بلا سبب بلوچوں پر ٹوٹ پڑا ہے اور ہماری سرحدوں پر یلغار کر کے تمام خشک و تر کو جلا ڈالا ہے، ہمارے سرداروں اور رہنماؤں کو گرفتار کر کے غائب کر دیا ہے، ہمارے تیل، گیس، سونے، چاندی، کچے کے میدانوں، ساحلی وسائل حتیٰ کہ ہماری روزی روٹی پر بھی اپنا قبضہ جما لیا ہے، جبکہ ہماری کسی چیز پر بھی آپ کا حق نہیں بنتا، نہ ہم آپ کے قرض دار ہیں، ہم آپ کے اس طرح کے ظالمانہ اقدام کو نہیں مانتے، اور اپنی آزادی کے لئے آپ سے لڑنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں، ہم نے کسی

صورت کسی بھی جابر کے آگے نہ سر تسلیم خم کیا ہے، نہ اپنے حقوق سے دستبردار ہوئے ہیں، نہ اپنی سرحدوں پر کسی کی جارحیت قبول کی ہے، نہ ہم کسی کی بادشاہت قبول کریں گے، بہتری اسی میں ہے کہ آپ ہمارے ملک سے نکل جائیں، وگرنہ ہم آپ کو نکال دیں گے‘‘

نواب نوروز خان زرکزئی

بلوچستان

قرآن پر حلف دیکر بدعہدی

نواب نوروز خان جنہیں بلوچ عوام محبت وعقیدت میں ’’بابونوروز خان‘‘ کہا کرتے تھے، انہوں نے تقریباً ایک سال تک پاکستانی فوج کے خلاف یہ مسلح مزاحمت جاری رکھی۔ پاکستان کی فوج نواب نوروز خان کی جنگی حکمت عملی اوران کے جانباز ساتھیوں کے مسلسل گوریلا حملوں کی وجہ سے بے بس ہوچکی تھی اورفوج کا بہت نقصان ہورہا تھا۔فوج نے جب دیکھا کہ وہ نواب نوروز خان کو جنگ کے میدان میں شکست نہیں دے پارہے ہیں تو فوج نے اس مزاحمت کو ختم کرانے کیلئے ایک کھیل کھیلا۔ 15 مئی 1959ء کو فوج کے جرنیلوں نے نواب نوروز خان کو پیغام بھجوایا کہ ہم جنگ بند کرتے ہیں، آپ لوگ حملے بند کردیں اور پہاڑوں سے نیچے اترآئیں، ہم قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ آپ کو گرفتار نہیں کیا جائے گا، سب کو عام معافی دی جائے گی، امن پر بات چیت کے لئے آپ کا باعزت طریقے سے استقبال کیا جائے گا اور بلوچوں کے مطالبات پر سنجیدگی سے غور کیا جائے گا۔ جب فوج کے جرنیل قرآن بیچ میں لے آئے تو

سردار نوروز خان نے جرنیلوں کی قرآن کی قسموں پر اعتبار کرلیا اور لڑائی بند کرنے اور پہاڑوں سے نیچے اترنے کا فیصلہ کیا۔ جیسے ہی نواب نوروز خان اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پہاڑوں سے نیچے اترے ،فوج نے نواب نوروز خان اوران کے تمام ساتھیوں کو گرفتار کر لیا ۔ فوج نے قرآن پاک کا بھی کوئی احترام نہیں کیا اور قرآن کے نام پر بلوچ رہنماؤں سے دھوکہ دہی کی ۔فوج نے نواب نوروز خان کی بزرگی کا بھی کوئی خیال نہیں کیا اوران کو گرفتار کر کے حیدرآباد جیل بھیج دیا اوران پر غداری کا وہی مقدمہ بنا جو الطاف حسین اور سارے بلوچ لیڈروں پر بنتا رہا۔اسی لئے میں کہتا ہوں کہ فوج ایک کروڑ قرآن اٹھا کر یقین دلائے تو ان پر یقین مت کرنا کیونکہ جرنیلوں کا کوئی کریکٹر نہیں ہے۔قرآن کی جھوٹی قسم کھا کر ایسا ظلم کرنے والوں پر اللہ اپنا عذاب نازل کرے۔

نواب نوروز خان، انکے بیٹوں، ساتھیوں کو پھانسی کی سزائیں

نواب نوروز خان ، ان کے بیٹوں، بھتیجوں اور ساتھیوں پر عدالت میں غداری کا مقدمہ چلایا گیا اور 15 جولائی 1960 ء کو حیدرآباد جیل میں نواب نوروز خان ، ان کے بیٹوں، بھتیجوں اور قریبی ساتھیوں کو غداری کے مقدمے میں پھانسی کی سزا سنادی گئی۔نواب نوروز خان کے قریبی ساتھیوں میر جلال خان زرک زئی ، میر باہند خان ، میر محمد عمر اور میر دل مراد کو عمر قید کی سزا دی گئی۔جبکہ بلوچستان کے بہادر سپوتوں میر ولی محمد زرک زئی ، میر غلام رسول ، میر سبزل خان زہری ، میر مستی خان ، میر بھاول خان ، میر جمال خان اور نواب نوروز خان کے صاحبزادے میر بٹے خان کو پھانسی دیکر شہید

کر دیا گیا۔ جبکہ ضعیف العمری کی وجہ سے نواب نوروز خان کی سزائے موت کو عمر قید میں بدل دیا گیا۔ جب نواب نوروز خان کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تھی۔ اس وقت ان کی عمر 90 سال تھی اور وہ چلنے پھرنے سے بھی قاصر تھے۔ حیدرآباد جیل میں دوران قید بھی نواب نوروز خان کو ان کی ضعیف العمری کے باوجود طرح طرح کی ذہنی وجسمانی اذیتیں دی گئیں۔ ان ذہنی وجسمانی اذیتوں کے نتیجے میں بابو نوروز خان 25 دسمبر 1965ء کو جیل میں اسیری کے دوران انتقال کر گئے۔ نواب نوروز خان شہید اوران کے شہید ساتھیوں کوانہی کی خواہش پر قلات نصیری کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ یوں بلوچستان کے یہ عظیم بزرگ سپوت آخری سانس تک اپنی مادروطن کی آزادی کے لئے لڑتے رہے اور کسی بھی موقع پر اپنے مؤقف سے پیچھے نہیں ہٹے۔ بلوچ قوم بابو نوروز خان شہید اوران کے خاندان اور ساتھیوں کی عظیم قربانیوں کو نہایت احترام کی نظر سے دیکھتی ہے۔

بلوچ بھائیو! میں آپ کو دعوت دیتا ہوں آؤ عزیز آباد میں اور یاسین آباد کے شہداء کے قبرستان جا کر دیکھ لو وہاں ایم کیو ایم کے ہزاروں شہیدوں کی قبروں میں تمھیں الطاف حسین کے سگے بڑے بھائی ناصر حسین شہید اور بھتیجے عارف حسین شہید کی قبر بھی نظر آئے گی۔ آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ فوج نے صرف بلوچوں ہی کا نہیں بلکہ اپنا حق مانگنے پر ہزاروں بے گناہ مہاجروں کا بھی ماورائے عدالت قتل کیا ہے۔ یہاں تاریخ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ عوام کو معلوم ہو سکے کہ کب سے کس کس نے جدوجہد کی ہے اور کیا کیا۔